پروفیسر محمد اسلم

# بھارت کا تازہ سفرنامہ

کانپور میں میں نے مُول گنج کے چوراہے پر ایک ہوٹل میں قیام کیا اور نہا دھو کر طلاق محل کی طرف روانہ ہوا طلاق محل مسلمانوں کا محلہ ہے اور وہاں میرے ایک کرم فرما حکیم حبیب الرحمٰن کا مطب ہے حکیم صاحب ان دنوں مشہور مورخ ذکاء اللہ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں راقم الحروف سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ لیکن اب تک بالمشافہ ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ میں جس وقت ان کے مطب پر پہنچا اس وقت موصوف ایک مریض کا معائنہ کر رہے تھے۔ میں بھی سلام کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس مریض سے فارغ ہو کر حکیم صاحب نے میری طرف توجہ دی جب میں نے اپنا نام بتایا تو مسند سے اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئے۔ ان کا گھر بھی مطب سے قریب ہے۔ انہوں نے فوراً ایک ملازم کو دوڑایا اور وہ چائے لے آیا۔ میں بڑی دیر تک حکیم صاحب کے پاس بیٹھا رہا اور انہوں نے مجھے ہائی بلڈ پریشر کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا۔ جسے میں کئی مریضوں پر آزما چکا ہوں۔

حکیم حبیب الرحمٰن صاحب کے مطب سے اٹھ کر میں مچھلی بازار آیا۔ اسی بازار میں وہ تاریخی مسجد ہے جہاں ۱۹۱۳ء میں ایک سانحہ پیش آیا تھا جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک شروع ہوئی تھی۔ اس تحریک نے خونِ مسلم کو گرمانے اور سیاسی شعور پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ میں نے اس مسجد کا بغور معائنہ کیا۔ یہ بڑی ہی خوبصورت مسجد ہے۔ اور اس کی قبلہ رخ دیوار پر ٹائلیں لگی ہوئی ہیں جن پر بڑے خوبصورت نقش و نگار ہیں۔ میں نے دو نمازیں اس مسجد میں ادا کیں اور اگلے روز عشاء کی نماز بھی جماعت کے ساتھ یہاں ادا کی۔

اگلے روز حکیم صاحب ناشتے سے فارغ ہوتے ہی میری قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور مجھے پٹکہ پور لے گئے۔ پٹکہ پور کانپور کا ایک بارونق محلہ ہے۔ اور وہاں مدرسہ جامع العلوم قابلِ دید ہے۔ حاجی عبدالرحمٰن خان نے ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے دستِ مبارک سے اس مدرسے کی بنیاد رکھوائی تھی۔ حضرت تھانویؒ کوئی چودہ برس تک اس مدرسے میں تدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں اب بھی اس مدرسے کا مسلک "دیوبندی تھانوی" ہے۔

حکیم صاحب نے مجھے مدرسہ دکھایا اور شیخ الحدیث مفتی منظور احمد مظاہری سے میرا تعارف کرایا۔ مفتی صاحب نے ہمیں چائے پلائی اور دیر تک میرے سوالوں کے جواب دیتے رہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ اس وقت ۲۵۰ سے زائد طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں اور جو طلبہ شہر سے وہاں پڑھنے آتے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جامع العلوم میں درس نظامی کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اور دورۂ حدیث بھی مکمل کرایا جاتا ہے۔ ہمارے وہاں بیٹھے بیٹھے حدیث کے طلبہ مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث کا درس شروع ہو گیا۔ مفتی صاحب کی اجازت سے یہ عاجز بھی کچھ دیر کے لئے وہاں بیٹھا اور پھر حکیم صاحب کے ساتھ واپس چلا گیا۔

اسی شام حکیم صاحب نے اپنے کئی احباب کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ ان حضرات میں اساتذہ کرام، شعراء اور ادباء شامل تھے۔ کئی گھنٹوں تک یہ علمی محفل جاری رہی۔ اردو فارسی شاعری سے لے کر ہر قسم کے موضوع پر گفتگو رہی۔ اور حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔

رات کو کھانے کے بعد یہ محفل برخاست ہوئی۔

کانپور کا شمار اول درجے کے شہروں میں ہوتا ہے۔ وہاں چمڑا رنگنے کے متعدد کارخانے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ مسلمانوں کی صنعت ہے۔ دریائے گنگا کے کنارے کارخانوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے۔ کانپور میں جفت سازی کا کام بھی خوب ہوتا ہے۔ مختلف بازاروں میں سے گذرا اور جہاں بھی گیا مسلمانوں کو بڑا خوشحال پایا۔ بازاروں میں ان کی بڑی بڑی دکانیں جن میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا، دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ کانپور میں مسلمانوں کے کالج، سکول اور یتیم خانے موجود ہیں۔ حافظ محمد حلیم سالکن لبھی (متصل سرہند شریف) نے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بڑا کام کیا تھا۔ اور ان کے نام کا ایک کالج اور یتیم خانہ کانپور میں موجود ہے۔

کانپور کا شمار برعظیم پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے اہم علمی اور ادبی مراکز میں ہوتا ہے۔ منشی دیا نرائن نگم نے وہاں سے زمانہ کے نام سے ایک مجلہ جاری کیا تھا جو برعظیم کے علمی و ادبی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک زمانے میں مولانا حسرت موہانی بھی کانپور میں جا بسے تھے اور وہیں سے اپنا رسالہ نکالتے رہے۔ ان کا ایک شعر زبان زد خلائق ہے ؎

نہ چھوٹا دریار ہم سے نہ چھوٹا
بہت ہم نے چاہا بنیں کانپوری

(یہاں دریار سے لکھنؤ مراد ہے جو ان کے مرشد کا وطن تھا) کانپور کا ایک محلہ چمن گنج ہے۔ اسے شعراء، ادباء اور صحافیوں کے قیام کی وجہ سے شہرت ملی ہے۔ اسی طرف "بساطیوں کا تکیہ" کے نام سے ایک قبرستان

ہے جس میں مشاہیر کانپور محوِ خواب ابدی ہیں۔

حکیم حبیب الرحمٰن صاحب سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد اگلے روز میں بذریعہ بس گنج مرادآباد روانہ ہوا کانپور سے گنج مرادآباد تک اڑھائی گھنٹے کی مسافت ہے اور بس والے آٹھ روپے کرایہ وصول کرتے ہیں۔

گنج مرادآباد دریائے گنگا کے پار ضلع اناؤ میں واقع ہے۔ راستے میں صفی پور اور بانگر مئو پڑتے ہیں صفی پور مشہور شاعر اقبال صفی پوری کا وطن مالوف ہے۔ اور بانگر مئو کو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی جائے ولادت کا شرف حاصل ہے۔ بانگر مئو میں کئی قدیم مسجدیں نظر آتی ہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے۔

میں نماز ظہر سے کچھ دیر پہلے گنج مرادآباد پہنچا۔ آبادی کے مغربی حصے میں حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ[1] کا مزار ہے میں پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچا حضرت کا مزار ایک وسیع احاطے کے وسط میں ہے۔ جانب مغرب ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس سے ملحق وہ حجرہ ہے جو حضرت کی قیام گاہ تھا۔

شمالی جانب سجادہ نشینوں اور معتقدوں کی چند قبریں ہیں۔ خانقاہ کے جنوبی جانب کے حجرے زمین بوس ہو چکے ہیں۔ میں جس وقت وہاں پہنچا اس وقت خادم وہاں نہ تھا اور مزار مقفل تھا۔ میں نے وضو کیا اور مسجد میں نفل ادا کئے۔ خانقاہ کا جائزہ لیا۔ اسی دوران میں خادم وہاں آگیا اور میری درخواست پر اس نے قفل کھول دیا۔

حضرت فضل رحمٰنؒ کے مزار کے اوپر بنگالی طرز کا گنبد بنا ہوا ہے۔ افسوس کہ اس وقت میرے پاس کیمرہ نہ تھا ورنہ میں اس کی تصویر اتار لیتا۔ ایسا انوکھا طرز تعمیر اس نواح میں میں نے نہیں دیکھا۔ گنبد کے نیچے تین قبریں ہیں جن کی ترتیب یوں ہے۔

مزار احمد میاں۔ مزار دیوان کریم بخش خان۔ مزار شاہ فضل رحمٰنؒ۔ شاہ صاحب کی قبر کے اوپر بھی ایک چھتری بنی ہوئی ہے۔ قبلہ رخ دیوار پر۔ ہٰذا من فضل ربی اور ربنا الرحمٰن المستعان۔ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ شاہ صاحب کے مزار پر ایک سرخ رنگ کی چادر پڑی تھی جس پر جابجا اسم ذات چھپا ہوا تھا۔ شمالی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

۷۸۶

## قطعۂ تاریخ

فرخ آں مرد یگانہ ڈاکٹر ممتاز علی نجم رخشان سعادت تافت کزِ سیمای او
بخت و طالع یار و یاور باد اقبالش بلند صبح نوروزی دہد یارب شب یلدای او

---

[1] حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ اور شاہ فضل رحمٰنؒ کے نام میں "ال" نہیں آتا۔ بعض غیر محتاط اہل قلم محمود الحسن اور فضل الرحمٰنؒ لکھ دیتے ہیں جو صحیح نہیں۔ فضل رحمٰن سے ۱۲۰۹ برآمد ہوتا ہے اور یہی ان کا سال ولادت ہے۔

داشت از فرطِ ارادت عشق با مولائی خویش — خاصہ مردے بود از مردانِ حق مولائی اُو
فضلِ رحمٰن قبلۂ عالم مطاعِ روزگار — در دلِ اہلِ صفا تا حشر بادا جائی اُو
گفت تاریخ بنالیش بسمل از روی نیاز — تا بود وردِ زبان والہ و شیدای اُو
حبذا لوحِ مزارش قبلۂ دنیائے من — کعبۂ دینم حطیم روضۂ والای اُو ۱۳۳۴ھ

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن کے فرزند احمد میاں بھی اسی گنبد کے نیچے آسودۂ خاک ہیں۔ ان کے مزار کے سرہانے دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے اور اس پر یہ عبارت منقوش ہے۔

هو الرحمٰن

تاریخ رحلت احمد میاں رحمۃ اللہ علیہ از شیخ نظیر حسین قدوائی فضلِ رحمانی گدیوی ضلع بارہ بنکی

چو از ما رفت مرشد زادۂ ما — قرار و صبر از دلِ خستگان رفت
برون آمد فغانہا از تہ باتہا — صدا ہا از زمین تا آسمان رفت
وفات شاہِ اقلیم طریقت — چنان شد کہ جہان شاہِ جہان رفت
یقین دارم کہ اُو از فضلِ رحمان — بہ نزدِ والدِ خود در جنان رفت
نظیرؔ این گفت بہرِ سالِ رحلت — بگلزار ارم احمد میاں رفت ۱۳۳۵ھ

گنبد سے جانب غرب مسجد کے صحن میں ایک چھتری کے نیچے احمد میاںؒ کے فرزند شاہ رحمت اللہ محو خواب ابدی ہیں۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

۷۸۶

تاریخ وصال حضرت مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین - ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء یوم جمعہ

رفت از دنیا ولی ابن ولی — صوفی و ابدال و عالم متقی
واقفِ اسرار ذاتِ کبریا — قلب اُو ز فضلِ رحمٰن منجلی
اصطفار گوید ز سالِ رحلتش — رحمت اللہ دُرِ جنتی

۶ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

گنبد کے باہر جانب شمال ایک چبوترے پر شاہ رحمت اللہ کے بھائی شاہ نعمت اللہ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ بھی اس خانقاہ کے سجادہ نشین رہ چکے ہیں۔ ان کی قبر پر جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت منقوش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انك على صراط المستقيم
۱۹۵۵ء

ولادت ۱۳۰۷ھ ۔ وصال ۱۳۷۵ھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت آیات مولوی شاہ نعمت اللہ میاں صاحب

با ادب ہشیار رہی رہنا ذرا جوشِ جنوں
فضل و رحمت کا ہے حامل یہ ولی پُر سکوں
بولی رحمت غم میں جو ہر کو جو دیکھا سرنگوں
اولیاء کی شان ہے "لا خوف ولا ہم یحزنون"
۱۳۷۵ھ

نقش بندی و فضل رحمانی در مزار است صاحب دانش
ذاکر لا الہ الا اللہ نعمت اللہ میاں فرشتہ منش
۱۳۷۵ھ

پیش کردہ ۔ قاضی فرید احمد (ایٹہ)

میں کچھ دیر مزید خانقاہ میں رُکا ۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور خانقاہ کے نل سے سیر ہو کر پانی پیا ۔ میرے استفسار پر مقامی لوگوں نے بتایا کہ گنج مراد آباد کی آبادی ساڑھے سات ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور وہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے ۔ مقامی ہندو بھی درگاہ کا بڑا احترام کرتے ہیں ۔

گنج مراد آباد سے ۲۴ میل کے فاصلے پر بلہور واقع ہے یہ وہی قصبہ ہے جہاں کے مولانا خرم علی بلہوری نے بڑا نام پایا ہے ۔ گنج مراد آباد سے اگلا اسٹیشن ملاواں ہے جو شاہ فضل رحمٰن کا آبائی وطن ہے ۔ گنج مراد آباد میں ان کی سسرال تھی ۔ اور موصوف ملاواں سے ترک وطن کر کے یہیں آ رہے تھے علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے استاد ڈاکٹر عبد العلیم خان صاحب کے پاس سنن ابی داؤد کا ایک نسخہ ہے جس پر شاہ صاحب نے شنگرف سے اعراب لگائے تھے ۔ اور نسخہ کے آخر میں اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے ۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے اس صفحے کا عکس فراہم کیا ہے ۔ اور شاہ صاحب نے اپنے قلم سے "فضل رحمٰن ملانوی" لکھا ہے ۔ یہ نسخہ شاہ صاحب نے اپنے خلیفہ اعظم مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری کو عطا فرمایا تھا اور انہوں نے اپنے پوتے شاہ فضل اللہ گیلانی کو عنایت فرمایا تھا ۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل یہ نسخہ ڈاکٹر عبد الحلیم خان صاحب کو مرحمت فرمایا تھا ۔

میں نے ۱۹۵۸ء میں مولانا ابو الحسن علی ندوی کی تصنیف دلپذیر "تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی" نیو کاسل (برطانیہ) میں پڑھی تھی ۔ اُسی وقت سے گنج مراد آباد دیکھنے کی بڑی خواہش تھی ۔ بلکہ ایک بار میں مراد بھی پہنچ گیا ۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مراد آباد اور گنج مراد آباد میں بڑا فاصلہ ہے ۔ بارے ۲۵ سال بعد میری آرزو پوری ہوئی ۔